!موصل: حملے کے پس پردہ عزائم

| تحریر: لال خان |

ان دنوں عراق کے شہر موصل پر عراقی فوجوں اور کرد 'پیشمرگہ' ملیشیا کی امریکی پشت پناہی اور منصوبہ بندی کے تحت پیش قدمی جاری ہے۔ عراق کے اس دوسرے سب سے بڑے شہر پر داعش نے 2014ء میں قبضہ کیا تھا۔ ظاہری طور پر اس کو داعش کا سب سے بڑا گڑھ قرار دے کر اس سے داعش کے انخلا کو اس کے خاتمے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن مغربی کارپوریٹ میڈیا کی یہ کہانی ادھوری بھی ہے اور یہ تجزیہ پرفریب بھی۔ اس پورے 'لیوانت' کے خطے میں ایک بڑی جنگ میں یہ ایک لڑائی ہے۔ لیکن اس جنگ میں صرف دو یا تین متحارب قوتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں کئی فریق ہیں جن کے مقاصد اور مفادات مختلف بھی ہیں اور متضاد بھی۔ ایک طرف روس، ایران اور حزب اللہ اس جنگ میں بشار الاسد کی حکومت اور شام کی سرکار کی حمایت کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی یہ حمایت نہ ہی بے مطلب ہے اور نہ ہی ان کا اصل مقصد بشار الاسد کی حکومت کو قائم رکھنا ہے۔ بلکہ روسی حاکمیت کے اپنے اور ایرانیوں کے اپنے مفادات ہیں، جن میں خطے پر اجارہ دارانہ عزائم سے لے کر اس علاقے کے تیل اور دوسرے وسائل کو قبضے میں کرنا شامل ہے۔ دوسری جانب امریکی اور یورپی طاقتوں کی اپنی سامراجی اجارہ داری جو زوال پذیر ہے، اس کو بحال اور خطے پر تسلط کو جاری رکھنا مقصود ہے۔ ایران کی طرح خلیجی بادشاہتوں یعنی سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات اور قطر کے شاہی خاندانوں کی حاکمیتوں کی جانب سے اپنی اجارہ داری کے لیے خطے میں مداخلت 2011ء سے مسلسل جاری رہی ہے۔

موصل کی لڑائی میں عراقی افواج اور کرد دستے شہر پر سے داعش کا قبضہ ختم کرانے کے لئے برسرپیکار ہیں۔

عملی طور پر شام کے علاوہ کوئی بڑی قومی فوج براہِ راست یہ جنگ نہیں لڑ رہی، بلکہ بہت سے اسلامی بنیاد پرستی کے فرقوں کے خونخوار دہشت گرد گروہ ہیں جو مختلف عالمی اور علاقائی سامراجی قوتوں کی پراکسیوں کے طور پر برسرپیکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قومی جنگ نہیں بلکہ دہشت گردی کی بے پناہ کاروائیوں اور حملوں پر مبنی جنگ ہے۔ لیکن شہروں پر قبضوں اور علاقوں کو فتح کرنے کی جنگیں بھی اس ہولناک تصادم میں جاری ہیں۔ اس خونریزی نے سارے خطے کو ہر طرح سے تاراج کر دیا ہے اور خون میں ڈبو دیا ہے۔ لاکھوں مارے جا چکے ہیں اور درجنوں شہر اور بستیاں اجڑ گئی ہیں۔ قدیم تہذیبیں برباد کر دی گئی ہیں، تاریخی نوادرات کو لوٹ لیا گیا ہے۔

یہاں انسانیت سسک رہی ہے۔ جہاں ریاستیں ٹوٹ کر بکھر گئی ہیں وہاں معاشروں کے سماجی بندھن اور لڑیاں ریزہ ریزہ ہو رہی ہیں۔ لیکن سامراجیوں کی وحشت، ہوس زر اور اجارہ داری کی حرص ہے کہ بڑھتی ہی جاتی ہے، چاہے نسل انسان سسک سسک کر ہی کیوں نہ مر جائے۔

جہاں داعش کو ایک ولن اور بربریت کی علامت بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، وہاں داعش کی مالی امداد اور اس کو اس نہج تک پہنچانے میں سامراجیوں کا بالواسطہ اور براہِ راست گھناؤنا کردار موجود رہا ہے۔ لیکن اگر موصل سے داعش کا صفایا بھی کر دیا جاتا ہے تو نہ داعش ختم ہو گی اور نہ ہی یہ بربریت، جس میں بہت سے مذہبی گروہ خون کی ہولی کھیل رہے ہیں اور ریاستیں ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ کارپوریٹ میڈیا پر سرمائے کی آہنی گرفت کے باوجود ایسے جیالے صحافی بھی ہیں جو سچائی کو فریب کی گہرائیوں سے چیر کر باہر نکالنے کی جرات آج کے دور میں بھی رکھتے ہیں۔ انہی میں سے ایک صحافی رابرٹ فسک نے 18 اکتوبر 2016ء کو اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ ''عراق میں موصل کے گرنے کے بعد شامی فوج اور اس کے اتحادی (حزب اللہ اور ایرانی حمایت یافتہ شیعہ جنگجو گروہ وغیرہ) داعش کے عراق سے آنے والے ہزاروں جنگجوؤں کی جارحانہ چڑھائی کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ امریکہ کی منصوبہ بندی کے تحت بہت بلند و بانگ دعوؤں پر مبنی اس عراقی شہر کی ''آزادی'' کا اصل مقصد جس کا اندازہ شامی فوج نے لگایا ہے کہ داعش کے جنگجوؤں کے گروہ در گروہ عراق سے اپنے شام کے دارالحکومت 'رقہ' کی جانب بھاگیں گے۔ دوسرے الفاظ میں داعش کی 'خلافت' کی پوری فوج، شامی حکومت اور اسکے اتحادیوں کے خلاف استعمال کروائے جانے کا کھیل تیار کیا جا رہا ہے۔ ایسا کھلواڑ جس سے واشنگٹن کو تشفی ملے گی''۔ اسی سامراجی سازش کے منصوبے پر حزب اللہ کے سربراہ حسن نصراللہ نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ ''امریکی ماضی کی طرح ایک عیارانہ منصوبہ موصل کے گرنے کے بعد بنا رہے ہیں تاکہ اسد کو شکست دلوا کر شام میں اسکی حکومت کا خاتمہ کیا جا سکے''۔

دوسری جانب جہاں داعش سرگرم ہے وہاں القاعدہ اور اسکی ذیلی تنظیمیں خصوصاً 'النصرہ' جس نے اپنا نام پر بدل کر ''جبہت فتح الشام'' رکھ لیا ہے، بربریت کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں (اگرچہ حال ہی میں النصرہ نے القاعدہ سے علیحدگی کا اعلان کیا ہے)۔ مغربی سیاستدان ان کو ''شام کے باغی'' قرار دیتے ہیں جبکہ ماسکو اور دمشق درست طور پر ان کو داعش سے بھی زیادہ زہریلی فسطائی تنظیم قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روسی اور شامی فوجی اور فضائی حملے زیادہ تر ان دہشت گرد تنظیموں پر کیے جا رہے ہیں۔ جب کہ امریکہ نے ان دہشت گرد جنونی گروہوں پر حملہ کرنے کی بجائے شام کی سرکاری فوج پر حملہ کر کے پچھلے ہفتے 60 شامی فوجیوں کا قتل عام کیا۔ لیکن اگر امریکی سامراج کے داعش کے ساتھ تعلقات کا جائزہ لیں تو 'وکی لیکس' نے انکشافات کے ذریعے ان کے گٹھ جوڑ کو بے نقاب کر دیا ہے۔ تاہم کئی مرتبہ حکمرانوں کے منہ سے بھی حادثاتی طور پر سچ نکل جاتا ہے۔ اسی سال امریکی صدر

باراک اوباما نے 'دی اٹلانٹک' کے نمائندہ جیفری گولڈ برگ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ''امریکہ کے سنی اتحادیوں کو امریکہ دشمن دہشت گردی ابھارنے کے خلاف مزاحمت کرنی ہوگی''۔ ہیلری کلنٹن کی لیک ہونے والی ای میلز میں سے 17 اگست 2014ء کی میل میں امریکہ کی وزارت خارجہ (جب ہیلری وزیر خارجہ تھیں) نے یہ پالیسی جاری کی کہ داعش کی شمالی عراق اور مشرقی شام (پر چڑھائی) پر امریکہ مناسب ردعمل ظاہر کرے گا''۔ اس سفارتی لفاظی میں داعش کی جارحیت پر امریکی پالیسی تشویش سے بالاتر نظر آتی ہے۔

یہاں دوستیاں دشمنیاں، بدلتی وفاداریاں، فرقے، مذہبی تنازعات اور الحاق سب کے سب مطلب اور مفادات کے تابع 'ہیں'

حقیقت یہ ہے کہ شام، عراق اور پورے مشرقِ وسطیٰ میں جو یہ تباہ کاریاں ہیں اور پورا خطہ ایک انتہائی پیچیدہ تصادم اور ٹکراؤ میں برباد ہو رہا ہے وہ وسائل پر تسلط اور اثر ورسوخ بڑھانے کے سامراجی عزائم کا ناگزیر نتیجہ ہے۔ جوں جوں بین الاقوامی سرمایہ دارانہ اقتصادی اور معاشی نظام بحران زدہ ہوتا جارہا ہے، سامراجیوں اور علاقائی ریاستوں کی جارحانہ یلغار اور پاگل پن بھی شدت اختیار کر گیا ہے۔ یہاں دوستیاں دشمنیاں، بدلتی وفاداریاں، فرقے، مذہبی تنازعات اور الحاق سب کے سب مطلب اور مفادات کے تابع ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو ایران اور روس کی بشارالاسد حکومت کے ساتھ دوستی اور مغربی سامراجیوں اور عرب بادشاہتوں سے دشمنی کے اغراض و مقاصد آخری تجزیے میں ایک ہی ہیں۔ سامراجیوں کے درمیان کشمکش جب بحران کی وجہ سے بہت بڑھ جاتی ہے تو ان کے درمیان سفارتی، سیاسی اور فوجی تصادم بھڑک اٹھتے ہیں۔ یہ اسی عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے بحران کی شدت ہی تھی جو پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کی اصل وجہ بنی تھی۔ آج پھر یہی شدت تصادم کو بھڑکا رہی ہے لیکن چونکہ آج طاقتوں کا توازن مختلف ہے اور ایٹمی اسلحہ اور دوسرے وسیع انسانی بربادی کے جنگی آلات اتنے زیادہ تباہ کن ہو چکے ہیں کہ براہِ راست سامراجی ریاستوں کا تصادم دونوں کو تباہ کر سکتا ہے۔ اس لیے سفارتی اور سیاسی میدانوں پر تو نئی ''کولڈ وار'' تیز ہوتی جا رہی ہے لیکن براہِ راست جنگیں اب پراکسیوں اور پروردہ ریاستوں، مذہبی و فرقہ وارانہ دہشت گردی کی تنظیموں کے ذریعے لڑی جا رہی ہیں۔ اس نظام کا یہ بحران نسل انسان کو یہی ہولناک مقدر دے سکتا ہے۔ اس سے چھٹکارا پا کر ہی تہذیب اور انسانی تمدن کو بربریت کی بربادی سے بچایا جا سکتا ہے۔